امام ابوحنیفہؒ اور اصولِ حدیث

مولانا فیضان الرحمٰن کمال

حدیث اور اس کے متعلقہ علوم سے واقف حضرات پر مخفی نہیں کہ حدیث کی صحت یا ضعف کے لیے اصول وضع کرنا ایک اجتہادی امر ہے۔ کبار محدثین اور اہل فن نقاد علماء نے قرآن وسنت اور دیگر دلائل شرعیہ کی روشنی میں اپنے اپنے اجتہاد کے ذریعے ان اصولوں کو مرتب کیا، پھر انہی اصولوں کی کسوٹی پر کسی حدیث کو صحیح یا ضعیف قرار دیا۔ ائمہ متبوعین خصوصاً ائمہ اربعہؒ علوم حدیث میں کامل مہارت رکھتے تھے۔ اسی بناء پر ان حضرات سے مسائلِ فقہ کی طرح نقدِ حدیث میں بھی گراں قدر اصول منقول ہیں اور جس طرح ان میں سے ہر ایک کا فقہی مزاج دوسرے سے کسی قدر مختلف رہا، اسی طرح حدیث کی صحت وضعف کا معیار قائم کرنے اور حدیث کے معمول بہ ہونے کے اصول وضع کرنے میں بھی ان کا آپس میں اختلاف رہا جو بسا اوقات شدید بھی ہوا۔ محدثین کے ہاں امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ کا تصحیحِ حدیث کی شرائط میں اختلاف اس کی نظیر ہے۔ غرض یہ کہ حضرات مجتہدین اپنے اجتہاد سے وضع کردہ اصول وقواعد کے پابند رہے اور اس بابت انہوں نے ایک دوسرے کی تقلید نہیں کی، جس پر وہ ازروئے شرع مامور وماجور ہیں۔ (ملخصاً از فتح القدیر:۱/۴۶۲، ط: بیروت، و''المدخل الی علوم الحدیث الشریف'' ص:۱۵۹، ط: ڈھاکہ)

انواعِ حدیث میں ''خبر واحد'' اور ''حدیثِ مرسل'' کے قبول ورَدّ، صحت وضعف اور معمول بہ ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں اکثر محدثین نے کلام کیا ہے۔ اصولیین نے بھی اس مسئلہ کو اپنی کتابوں میں بڑی اہمیت دی اور اس پر سیر حاصل بحث کی۔ امام اعظم ابوحنیفہؒ نے اس بارے میں کیا اصول اپنائے؟ اُنہیں اس ضابطے کو ملحوظ رکھتے ہوئے سمجھنا چاہیے کہ اجتہاد کی وجہ سے کسی حدیث پر عمل نہ کرنا ''حدیث کی مخالفت'' نہیں، بلکہ اس کا بھی وہی درجہ ہے جو محدثین کے نزدیک ''عللِ قادحہ'' کے سبب حدیث کے غیر مقبول ہونے کا ہے، ملاحظہ فرمائیے:

۱:...... ثقہ راویان کی مرسل روایت مقبول ہے، بشرطیکہ اس کے مخالف اس سے قوی تر دلیل موجود نہ ہو۔ محض مرسل ہونے کی بناء پر کسی حدیث کو رد نہیں کیا جائے گا، ورنہ معمول بہا احادیث کے

بڑے حصے کا ترک لازم آئے گا۔(اصول السرخسی:۱/۳۷۳،ط:قدیمی۔تانیب الخطیب،ص:۱۵۲،امدادیہ،ملتان)

۲:......خبرِ واحد کو شرعی نصوص میں غور وفکر اور پورے تعمق وتدبر کے بعد قواعدِ کلیہ پر پیش کیا جائے گا، اگر اس کے مطابق ہو تو اُسے اختیار کیا جائے گا، ورنہ ترک کردیا جائے گا۔(اصول السرخسی:۱/۳۷۸)

۳:......خبرِ واحد اگر کتاب اللہ کے ظاہر یا عام حکم سے ٹکراتی ہو تو قطعی الثبوت اور قطعی الدلالۃ کو ظنی پر ترجیح دیتے ہوئے کتاب اللہ کے مقابلہ میں اُسے رد کردیا جائے گا۔(اصول السرخسی:۱/۳۷۴،ط:قدیمی)

۴:......خبرِ مشہور کے مقابلہ میں خبرِ واحد کو ترک کردیا جائے گا۔(اصول السرخسی:۱/۳۷۶)

۵:......اگر دو خبرِ واحد آپس میں متعارض ہوں تو اَفقہ راوی کی خبر کو ترجیح ہوگی۔(شرح الشرح للقاریؒ،ص:۲۶۲)

۶:...... جہاں عمومِ بلویٰ (عامۃ الناس کو درپیش مسئلہ) ہو، وہاں خبرِ واحد قبول نہیں کی جائے گی۔(اصول السرخسی:۱/۳۷۸،ط:قدیمی وتانیب الخطیب،ص:۱۵۳)

۷:......اگر ایک ہی حکم میں خبرِ واحد کا مضمون مختلف ہو، مگر صحابہ کرامؓ میں سے کسی نے اس سے استدلال بھی کیا ہو تو اس خبرِ واحد کو ترک نہ کیا جائے گا، بلکہ مناسب تطبیق وتاویل کرلی جائے گی۔(اصول السرخسی:۱/۳۷۹)

۸:......جس خبرِ واحد کے بارے میں سلف سے طعن منقول نہ ہو، اس کو لیا جائے گا۔(تانیب الخطیب،ص:۱۵۳)

۹:...... حدود اور عقوبات میں اخبارِ آحاد مختلف ہوں اور ناسخ ومنسوخ کا علم نہ ہو تو احتیاطاً اخف درجہ کی خبرِ واحد کو لیا جائے گا۔(تانیب الخطیب،ص:۱۵۳،۱۵۴)

۱۰:......اختلافِ روایات کے وقت جس خبرِ واحد کی تائید اکثر صحابہ کرامؓ کے آثار سے ہوتی ہو، اسی کو ترجیح حاصل ہوگی۔(تانیب الخطیب،ص:۱۵۴)

۱۱:......خبرِ واحد صحابہؓ اور تابعینؒ کے عملِ متوارث کے خلاف نہ ہو، ورنہ متروک ہوگی، اور اس سلسلے میں کسی مخصوص شہر کے صحابہؓ وتابعینؒ کے عملِ متوارث کی قید نہیں، مثلاً: تعاملِ اہلِ مدینہ ہو یا تعاملِ اہلِ مکہ۔(ایضاً)

۱۲:......اگر کسی جگہ ایک خبرِ واحد کے مقدم اور دوسری کے متاخر ہونے کا علم ہوجائے تو متاخر کو متقدم کے مقابلہ میں ترجیح حاصل ہوگی، کیونکہ اس کی حیثیت ناسخ کی ہے، اور اگر کسی خبرِ واحد میں متناً یا سنداً کچھ اضافہ ہو تو احتیاط پر عمل کرتے ہوئے اس کو ناقص کے مقابلہ میں رد کردیا جائے گا۔(تانیب الخطیب،ص:۱۵۳،۱۵۴)

۱۳:......راوی کی اپنے ہاتھ سے لکھی ہوئی حدیث کی روایت بشرطِ حفظ معتبر ہے۔(ایضاً)

۱۴:......سماعت اور تحملِ حدیث کے وقت سے روایت کرنے کے وقت تک حدیث کا یاد رکھنا ضروری ہے۔(الانتقاء لابن عبد البرؒ،ص:۲۵۷)

۱۵:......اگر محدث، روایت کرنے کے بعد بھول جائے اور ثقہ راوی (شاگرد) کے یاد دلانے پر اُسے یاد آبھی جائے تو وہ روایت قابلِ استدلال نہیں ہوگی۔(اصول السرخسی:۲/۱)

۱۶:......جس راوی کا عمل یا فتویٰ اپنی کسی روایت کے خلاف ہو، اس کی وہ روایت مقبول

نہیں ہوگی۔ (اصول السرخسی: ۲/ ۸، وتانیب الخطیب، ص: ۱۵۳)

۱۷:...... اگر کسی خبر واحد پر بڑے درجہ کے صحابہ کرامؓ نے بظاہر علم ہونے کے باوجود عمل نہ کیا ہو تو وہ خبر قابل حجت نہیں سمجھی جائے گی۔ (اصول السرخسی: ۲/ ۹)

۱۸:...... ائمہ اربعہؒ میں سے امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور ان سب کے شاگرد اس بات پر متفق ہیں کہ احادیث کا شانِ ورود اور معنی ومفہوم بخوبی جاننے والے عالم (یعنی ثقہ راوی جب کہ وہ فقیہ ہو) کے لیے حدیث کا بالمعنی روایت کرنا درست ہے، جب کہ اصل مقصود سے انحراف نہ ہو۔

(أحکام القرآن للقرطبیؒ: ۱/ ۴۱۲، ط: داراحیاء التراث العربی)

۱۹:...... ''قرأت علی الشیخ'' اور ''سماعت من الشیخ'' دونوں کا درجہ برابر ہے۔ (المحدث الفاصل، ص: ۴۲۶، والکفایۃ، ص: ۳۶۸)

۲۰:...... استاذ کے حدیث پڑھ دینے کے بعد راوی کا ''أَخْبَرَنَا'' یا ''حَدَّثَنَا'' کہنا برابر ہے۔

(جامع بیان العلم وفضلہ، ص: ۴۶۵)

۲۱:...... مستور الحال راوی جبکہ وہ ظاہری فسق سے محفوظ ہو، عادل ہے اور اس کی روایت مقبول ہوگی۔ (شرح شرح النخبۃ، ص: ۵۱۸)

یہ اور ان جیسے دیگر اصولوں کی بنیاد پر امام صاحبؒ نے بعض اخبار آحاد کو صحیح قرار دے کر ان پر عمل کیا اور بعض کو غیر معمول بہ قرار دیا اور یہی ایک فقیہ کی شان ہے کہ وہ ذخیرۂ حدیث پر گہری نظر رکھنے کے ساتھ ان میں غیر متعقد حدیثوں پر فقہی مسائل کی تفریع کرتا ہے اور جس حدیث پر کوئی نقد وارد ہو، اس کو ترک کر دیتا ہے۔ ابن ابی لیلیٰؒ کا قول مشہور ہے کہ:

''لَایَفْقَهُ الرَّجُلُ فِی الْحَدِیْثِ حَتّٰی یَأْخُذَ مِنْهُ وَیَدَعَ مِنْهُ''۔

ترجمہ:...... ''کوئی شخص حدیث میں فقاہت اور سمجھ بوجھ اس وقت تک حاصل نہیں کر سکتا جب تک اس میں سے بعض کو (عمل کے لیے) لے نہ لے اور بعض کو (قواعدِ کلیہ کا خلاف لازم آنے کی وجہ سے) ترک نہ کردے''۔ (جامع بیان العلم وفضلہ، ص: ۴۱۲)

واضح ہوا کہ بعض کوتاہ نظر متعصبین امام صاحبؒ پر جو حدیث کی مخالفت کا الزام لگاتے ہیں تو یہ امام اعظمؒ کی مخالفتِ حدیث کی نہیں، بلکہ معترضین کی عدم بصیرت اور حدیث وعلوم حدیث میں کم مائیگی کی دلیل ہے۔

جرح وتعدیل میں امام صاحبؒ کا کلام:

امام ابوحنیفہؒ نہ صرف عادل وضابط حافظِ حدیث ہیں، بلکہ ان ائمہ محدثین کی صف میں شامل ہیں جن کے اقوال پر راویانِ حدیث کے قوی وضعیف ہونے کا مدار ہے، جیسا کہ علامہ ابن حجر مکیؒ فرماتے ہیں:

''وَکَانَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی بَصِیْراً بِعِلَلِ الْأَحَادِیْثِ وَبِالتَّعْدِیْلِ وَالْجَرْحِ،

مَقْبُوْلَ الْقَوْلِ فِیْ ذٰلِکَ‘‘۔ (الخیرات الحسان،ص:۶۶)

اور مشہور ناقد حدیث حافظ شمس الدین ذہبیؒ متوفی ۷۴۸ھ اپنے رسالہ ’’ذِکْرُ مَنْ یُّعْتَمَدُ قَوْلُہٗ فِیْ الْجَرْحِ وَالتَّعْدِیْلِ‘‘......ان ماہرینِ فن کا تذکرہ جن کے اقوال پر جرح وتعدیل میں اعتماد کیا جاتا ہے...... میں لکھتے ہیں:

’’.......فَلَمَّا کَانَ عِنْدَ انْقِرَاضِ عَامَّۃِ التَّابِعِیْنَ فِیْ حُدُوْدِ الْخَمْسِیْنَ وَمِائَۃٍ، تَکَلَّمَ طَائِفَۃٌ مِنَ الْجَھَابِذَۃِ فِیْ التَّوْثِیْقِ وَالتَّضْعِیْفِ،فَقَالَ أَبُوْحَنِیْفَۃَ : مَارَأَیْتُ أَکْذَبَ مِنْ جَابِرِ الْجُعْفِیِّ‘‘۔ (ص:۱۷۵،ضمن ’’اربع رسائل فی علوم الحدیث‘‘)

ترجمہ: ’’پھر جب ۱۵۰ھ تک اکثر تابعینؒ دنیا سے چلے گئے تو ماہرین کی ایک جماعت نے توثیق وتضعیف کے باب میں کلام کیا، چنانچہ امام ابوحنیفہؒ نے (جابر جعفی پر جرح کرتے ہوئے) فرمایا: جابر جعفی سے بڑا جھوٹا میں نے نہیں دیکھا‘‘۔

ایک مرتبہ ابوسعد صنعانیؒ نے امام صاحبؒ سے دریافت کیا کہ سفیان ثوریؒ سے روایت کرنے کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ تو امام صاحبؒ نے فرمایا:

’’اُکْتُبْ عَنْہُ فَإِنَّہٗ ثِقَۃٌ، مَاخَلاَ أَحَادِیْثَ أَبِیْ إِسْحَاقَ الْحَارِثِ وَأَحَادِیْثَ جَابِرِ الْجُعْفِیِّ‘‘۔ (الجواہر المضیئۃ،ص:۳۰،ط:میر محمد)

ترجمہ: ’’اس (سفیان ثوریؒ) سے ابواسحق حارث اور جابر جعفی کے علاوہ سب کی حدیثیں لکھو؛ کیونکہ وہ ثقہ ہیں‘‘۔

نیز امام صاحبؒ سے اس بارے میں درج ذیل اقوال بھی منقول ہیں:

۱:...... ’’طلق بن حبیب کان یری القدر‘‘......طلق بن حبیب قدری (یعنی تقدیر کا منکر) تھا۔

۲:...... ’’زید بن عیاش ضعیف‘‘...... زید بن عیاش ضعیف ہے۔

۳:...... ’’لَعَنَ اللّٰہُ عَمْرَو بْنَ عُبَیْدٍ ؛ فَإِنَّہٗ فَتَحَ لِلنَّاسِ بَابًا إِلَی الْکَلَامِ‘‘۔ ’’عمرو بن عبید (فرقہ معتزلہ کے سرغنہ) پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو کہ اس نے لوگوں کے لیے کلام (مراد عقائد میں لاحاصل بحث ومناظرہ) کا دروازہ کھول دیا‘‘۔

۴:...... ’’قَاتَلَ اللّٰہُ جَھْمَ بْنَ صَفْوَانَ وَمُقَاتِلَ بْنَ سُلَیْمَانَ ، ھٰذَا أَفْرَطَ فِیْ النَّفْيِ وَھٰذَا أَفْرَطَ فِیْ التَّشْبِیْہِ‘‘۔ ’’جہم بن صفوان اور مقاتل بن سلیمان پر اللہ کی مار پڑے، یہ صفاتِ باری کی نفی میں آگے بڑھ گیا اور یہ مخلوق کے ساتھ تشبیہ دینے میں آگے بڑھ گیا‘‘۔ (الجواہر المضیئۃ،ص:۳۰،۳۱)۔

یہ اور ان جیسے متعدد اقوال کے ذریعے امام ابوحنیفہؒ نے احتیاط فی الدین کے تقاضے کے پیش نظر غیر معتبر اور ضعیف راویوں کا تعین کرنے میں اپنے بعد آنے والے محدثین کے لیے فن جرح وتعدیل میں عمدہ نمونہ قائم کیا۔